ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

اجماع: تعارف ومبادیات

CONSENSUS: INTRODUCTION AND BASICS

Muhammad Abdur Rehman
Lecturer, Cadet College Choa Saidan Shah, Chakwal.

Abstract

Consensus (Ijma) is an important component of Islamic jurisprudence. In the sources of Sharia, consensus ranks after the Quran and the Sunnah. The agreement of the mujtahids (Jurists) and scholars of the ummah in sub issues of religion is called consensus and this is Hujjat. Consensus is not acceptable in the matters of principle. People agreeing on an issue is not consensus. In order to hold consensus, it is necessary that the era of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) must be passed because it is not held in the presence of the Prophet.

There are basically two types of consensuses. First one is Verbal or Practical consensus: That is, the people who consensus should make it clear by their words or actions. Second one is Silent consensus: That is, Let the words or actions of some of the scholars of consensus be made public and the rest of the people should avoid talking about it.

Key words: Jurisprudence, Consensus, Ijma, Principle, Mujtahids

فقہ اسلامی جن مآخذ سے لی گئی ہے ان میں قرآن وحدیث کے بعد اجماع کا درجہ ہے۔امت محمدیہ کا رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد فروع دین میں سے کسی مسئلہ پر متفق ہونا اس امت کا اجماع کہلاتا ہے۔امت کا اجماع حجت ہے اور یہ اتفاق مجتہدین کا معتبر ہوگا۔عوام اور غیر فقہا محدثین اور متکلمین کے اقوال اور آراء کا اعتبار نہیں ہے۔اور صرف اس امت کا اجماع ہی حجت ہے کیونکہ یہ امت اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی امتوں سے بہت معزز اور مکرم ہے اور اسی اعزاز کی وجہ سے اس امت کے اجماع کو حجت قرار دیا گیا ہے۔اجماع فروع دین میں قبول ہوگا اصول دین میں قابل قبول نہیں ہوگا کیونکہ اصول دین دلائل نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو چکے ہیں۔

لغت کے اعتبار سے اجماع "عزم، پختہ، ارادہ اور کسی بات پر اتفاق" کرنے کو کہتے ہیں۔

"الا جماع فی اللغۃ یرادبہ تارۃ العزم، یقال: اجمع فلان کذا، او اجمع علی کذا اذا عزم علیہ و تارۃ یرادبہ الاتفاق، فیقال: اجمع القوم علی کذا ای اتفقوا علیہ " [1]ـہ

ترجمہ: لغت میں اجماع سے مراد کبھی عزم بھی لیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ اجمع فلان کذا یا اجمع علی کذا یعنی جب وہ اس کام کا عزم کرے۔اور کبھی اس سے اتفاق مراد لیا جاتا ہے تو پس کہا جاتا ہے کہ اجمع القوم علی کذا یعنی لوگ اس پر متفق ہو گئے۔

علاء الدین سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

"قال بعضهم انہ ماخوذ من الجمع و الا جتماع ولا فرق بین قول القائل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

"اجمعت علی کذا" وبین قولہ "جمعت" و ھذا غلط فان قوماً لو اجتمعوا فی مکان لا یقال: انھم جمعوافیہ، و انما یقال اجتمعوا فیہ جامع لایقال: اجمعھم و انما یقال: جمعھم دل علیہ صحۃ اضافۃ الا جماع الی الواحد و امتناع اضافۃ الا جتماع الی الواحد، یقال: "اجمعت علی کذا" و لا یقال: "اجتمعت علیہ" [2]۔

ترجمہ: بعض نے کہا کہ یہ جمع اور اجتماع سے ماخوذ ہے اور کہنے والے کی بات اجمعت علی کذا اور جمعت کے درمیان کوئی فرق نہیں اور یہ غلط ہے۔اس لئے کہ اگر کچھ لوگ کسی مکان میں جمع ہوں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ انھم اجمعوا فیه بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ اجتمعوا۔ اور جب کوئی جمع کرنے والا ان لوگوں کو اس مکان میں جمع کردے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ اجمعھم بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ جمعھم۔دلالت کرتی ہے اس مطلب یا بات پر اجماع کی واحد کی طرف اضافت کا صحیح ہونا اور اجتماع کی واحد کی طرف اضافت کا ممنوع ہونا چناچہ کہا جاتا ہے اجمعت علی کذا اور نہیں کہا جاتا اجتمعت علیه.

اصولیین کے نزدیک اجماع کی تعریف

اصولیین کے ہاں اجماع کی ایک سے زیادہ تعریفات موجود ہیں لیکن ایک جامع تعریف کہ جس سے اجماع کی حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے۔

"الاجماع عبارۃ عن اتفاق جملۃ اھل الحل والعقد من امۃ محمد فی عصر من الاعصار علی حکم واقعۃ من الوقائع" [3]۔

ترجمہ: اجماع یہ ہے کہ زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں امت محمدیہ کے تمام علماء مجتہدین کسی ایک واقع کے حکم پر جمع ہو جائیں۔

عبدالکریم زیدان تعریف یوں کی ہے:

"ھو اتفاق المتجھدین من الامۃ الاسلامیہ فی عصر من العصور، علی حکم شرعی، بعد وفاۃ النبیﷺ" [4]۔

ترجمہ: اور یہ مجتہدین امت مسلمہ کا زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں کسی حکم شرعی پر نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد اتفاق کر لینے کا نام ہے۔

اجماع کے لئے اتفاق امت کے مجتہدین کا قابل اعتبار ہو گا۔ عوام کا کسی شرعی مسئلے میں اتفاق معتبر نہیں ہو گا نہ اس کو شرعی دلیل اور حجت مانا جائے گا اور نہ ہی اسکے پیروی کی جائے گی۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

"فخرج اتفاق العوام ، فلا عبرة بو فاقهم ولا خلافهم، ويخرج ايضاً ا تفاق بعض المجتهدين " [5]ـ

ترجمہ: للٰذا عوام کا متفق ہونا اس سے خارج ہوا تو ان کے اتفاق اور اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح بعض حضرات مجتہدین کا اتفاق بھی خارج ہوا۔

اور اجماع نبی کریم ﷺ کے زمانے میں منعقد نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ ﷺ خود شارع اور صاحب نبوت ہیں اور آپ ﷺ کے زمانے میں لوگ دین کے بارے میں سوالات کے لئے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور سوال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اجماع نہیں ہو سکتا بلکہ اجماع بعد میں آنے والے زمانے میں منعقد ہو گا۔

"بعدو فاته، قيد لا بدمنه على رايهم، فان الاجماع لا ينعقد فى زمانة عليه السلام" [6]ـ

ترجمہ: وصال کے بعد کی قید ضروری ہے ان کی رائے کے مطابق اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اجماع کا انعقاد محال تھا۔

اجماع کے انعقاد کے لئے وصال نبوی ﷺ کی قید ضروری ہے۔ دورِ نبوی میں اجماع منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔ جب شارع خود موجود ہوں تو ہر مسئلے کی توضیح و تشریح شارع کی زبان سے ہو گی اور ہر مسئلے پر ان ہی کی بات حرف آخر ہوتی ہے۔ للٰذا اجماع ان مسائل میں ہو گا کہ جب شارع موجود نہ ہو اور کسی مسئلے میں ان کی براہ راست وضاحت نہ میسر ہو تو امت کے مجتہد علماء اس مسئلے پر اتفاق کریں گے اور ان کے اتفاق کو اجماع کیا جائے گا۔ اس میں دوسری اہم بات یہ ہے اجماع کرنے والے صاحبان علم اور مجتہد ہوں، ہر ایک کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور عوام کا اس سے موافقت کرنا قطعاً ضروری نہیں ہے۔

اجماع کی اقسام

اجماع کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

1۔ اجماع صریح یا اجماع قولی

اجماع کی پہلی قسم اجماع صریح ہے جسے اجماع قولی یا اجماع فعلی بھی کہتے ہیں۔

"سبب الفرق ان الاجماع القولى قدصرح كل واحد بما فى نفسه فلا معنى للانتظار وفى السكوتى قد احتمال ان يكون الساكت فى مهلة النظر" [7]ـ

ترجمہ: اجماع قولی میں وجہ امتیاز یہ ہے کہ ہر ایک وہی صراحت کرتا ہے جو کہ اس کے ذہن میں ہو تو پس انتظار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اجماع سکوتی میں احتمال ہوتا ہے کہ وہ غور و فکر کرنے تک خاموش رہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

"اما الا جماع من جهة كيفية حصوله فهو نوعان احد هما الا جماع الصريح: و هو ان يتفق مجتهدى العصر على حكم واقعة با بداء كل منهم رايه صراحة بفتوى اوقضا اى ان كل مجتهد يصدر منه قول اوفعل يعبر صراحة عن رايه وثانيهما: الاجماع السكوتى: وهو ان يبدى بعض مجتهدى العصر رايهم صراحة فى الواقعة بفتوى اوقضا و يسكت باقيهم عن ابداء رايهم فيما بموافقة ما ابدى فيها اومخالفته"۔[8]ـ

ترجمہ: حصولِ اجماع کے اعتبار سے اسکی دو اقسام ہیں:

پہلی: اجماعِ صریح یہ ہے کہ کسی زمانے کے مجتہدین کسی واقعہ کے حکم پر اتفاق کرلیں اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے کو صراحتاً ظاہر کرے فتوی یا فیصلے کے طور پر یعنی ہر مجتہد سے کوئی قول یا فعل صادر ہو۔ جو صراحتاً اس کی رائے ظاہر کرے۔ دوسری: اجماع سکوتی وہ ہے کہ کسی زمانے کے بعض مجتہدین عصر کسی واقعہ کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں فتوی یا فیصلے کے طور پر اور باقی خاموش رہیں۔ نہ موافقت کو ظاہر کریں اور نہ مخالفت کو۔

صریح اجماع یہ کہ کسی زمانے میں اجماع کی اہلیت رکھنے والے مجتہدین کا کسی شرعی مسئلہ پر اتفاق ہو اور اجماع سکوتی یہ ہے کہ مجتہدین حضرات کوئی اتفاق زبانی طور پر کریں اور اس کی خبر باقی مجتہدین تک پہنچ جائے مگر وہ اس اجماع کے بارے میں اظہار رائے کا موقع ہونے کے باوجود خاموش رہیں یعنی اس اجماع سے وہ اختلاف نہ کریں۔

اجماع صریح کے حوالے سے الوجیز فی اصول الفقہ میں مذکور ہے کہ مجتہدین اپنی آراء کو واضح طور پر ذکر کریں گے پھر وہ کسی ایک بات پر اتفاق کر لیں، جیسے کوئی ایک مسئلہ مجتہدین کو پیش آئے، اور وہ سب کسی ایک جگہ جمع ہوں اور ان میں سے ہر ایک اپنی رائے کو واضح کرے پھر وہ کسی ایک رائے پر اتفاق کر لیں، یا یہ کہ ان کو الگ الگ مسئلہ پیش آئے اس حال میں کہ وہ ایک جگہ پر نہ ہوں بلکہ علیحدہ علیحدہ ہوں اور ان تمام مجتہدین کی آراء کسی ایک بندے کی رائے کے اوپر متفق ہو جائیں، یا یہ صورت ہو کہ بعض مجتہدین کسی ایک مسئلہ کے اوپر فتوی دیں اور پھر ان کا وہ فتوی دیگر مجتہدین تک پہنچ جائے اور پھر وہ مجتہدین بھی اس فتوی کی موافقت میں تصریح کر دیں یا یہ کہ کوئی مجتہد کسی خاص مسئلہ میں کوئی حکم صادر فرمائے اور یہ حکم دیگر مجتہدین تک پہنچے اور پھر وہ اس حکم کی صراحت کریں کہ وہ اس سے متفق ہیں۔ قولی طور پر صراحت کریں، فتوی کے طور پر یا قضاء کے طور پر اور اجماع کی یہ قسم قطعی طور پر حجت ہے اسکی مخالفت کرنا یا اس کا نقض کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔[9]

صریح اجماع کے لئے یہ ہے کہ مجتہدین علماء کی آراء جمع ہوں چاہے وہ خود ایک جگہ پر جمع نہ ہوں۔ بلکہ ان کی آراء کو جمع کر لیا جائے یا یہ کہ کسی مسئلے کے بارے میں کوئی ایک مجتہد رائے کا اظہار کرے اور باقی اسکی صراحت کر دیں کسی بھی طور پر اور اس سے اتفاق کر لیں۔ تو یہ اجماع صریح ہو گا اور پھر اسکی حجیت قطعی طور پر ثابت ہو جائے گی۔

2۔ اجماع سکوتی

اجماع سکوتی یہ ہوتا ہے کہ چند مجتہدین امت کے مسئلہ مستنبط از کتاب و سنت پر اتفاق کر لیا اور باقیوں کا اتفاق یا اختلاف معلوم نہ ہوا تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ باقیوں نے سکوت یعنی خاموشی اختیار کی ہے چونکہ ان کی خاموشی اقرار ہی ہے لہٰذا اجماع ہو گیا۔

"اما السکوتی: وھو ان یفتی بعض المجتھدین و یبلغ الباقین فیسکتوا من غیر تصریح بموافقۃ ولا انکار"[10]۔

ترجمہ: اجماع سکوتی وہ یہ ہے کہ بعض مجتہدین کوئی فتوی دیں اور وہ باقیوں تک پہنچ جائے، پس وہ خاموش رہیں اور وہ موافقت میں تصریح نہ کریں اور نہ انکار کریں۔

عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

"ھو ان یبدی المجتھد رایۃ فی مسالۃ ویعرف ھذا الرای و یشتھر ، ویبلغ الاخرین،فیسکتوا ولا ینکروہ صراحۃ، ولا یوافقوا علیہ صراحۃ، مع عدم المانع من ابداء الرای بان تمضی مدۃ کافیۃ للنظر فی المسالۃ، ولا یوجد ما یحمل المجتھد علی السکوت من خوف من احد اوھیبۃ لہ او غیر ذلک من الموانع"[11]۔

ترجمہ: یہ کہ کوئی مجتہد ایک رائے قائم کر لیتا ہے کسی مسئلہ میں اور پھر یہ رائے مشہور ہو جاتی ہے اور دیگر مجتہدین تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور صریح الفاظ میں اس رائے پر انکار نہیں فرماتے اور نہ صریح طور پر موافقت کرتے ہیں حالانکہ رائے کو ظاہر کرنے میں کوئی مانع بھی موجود نہ ہو بایں طور کہ اس مسئلہ میں غور کرنے کیلئے جو مدت کافی ہے وہ گزر جائے اور نہ کوئی مانع موجود ہو کہ مجتہد کو سکوت پر مجبور کرے مثلاً کسی سے ڈر کا اندیشہ یا دباؤ وغیرہ یا اس کے علاوہ کوئی مانع ہو۔

امام بدرالدین زرکشیؒ فرماتے ہیں:

"ثم قد یکون القول من الجمیع، ولا شک، وقد یکون من بعضھم و سکوت الباقین بعد انتشار ہ من غیر ان یظھر معھم اعتراف اورضا بہ

"[12]ـ

ترجمہ: پھر کبھی کبھار جملہ اصحاب کی طرف سے ایک ہی رائے ہوتی ہے اور کوئی شک کی بات نہیں ہوتی اور کبھی کبھار بعض کی طرف سے ایک رائے ہوتی ہے اور دیگر بعض کی طرف سے سکوت ہوتا ہے، قول کے پھیلنے کے بعد، آپس میں اعتراف اور رضامندی کا اظہار کیے بغیر۔

اجماع سکوتی کی حجیت

اجماع سکوتی کے اجماع ہونے یا نہ ہونے اور اسکی حجیت کے حوالے سے امام بدرالدین زرکشیؒ نے بارہ مذاہب یعنی آراء نقل کی ہیں۔

1۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ نہ اجماع ہے اور نہ ہی حجت ہے۔

2۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ اجماع بھی ہے اور حجت بھی ہے۔ مالکی علماء کی اکثریت کا یہی قول ہے۔

3۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ یہ حجت ہے لیکن اجماع نہیں ہے۔

4۔ یہ اجماع ہے زمانہ گزرنے کی شرط کے ساتھ، کیونکہ سکوت بغیر رضا کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ للہذا مجتہدین کے زمانہ کے بعد اجماع سکوتی کا اعتبار ہوگا۔

5۔ پانچواں مذہب یہ ہے کہ اسکو اجماع شمار کیا جائے گا اگر یہ بطور فتوی ہو بطور حکم نہ ہو۔

6۔ پانچویں کا عکس ہے۔ ابو اسحاقؒ نے اس بات سے استدلال کرتے ہوئے کہ اکثر حاکم سے جو چیز صادر ہو وہ مشاورت کے بعد ہوتی ہے۔

7۔ اگر وہ کسی ایسی چیز میں واقع ہو جس کا تدارک فوت ہو جائے جیسے خون کا بہنا یا شرمگاہ کو مباح قرار دینا تو اجماع ہوگا ورنہ حجت ہے۔

8۔ اگر اس مسئلے میں خاموش رہنے والے کم ہیں تو اجماع ہوگا ورنہ اجماع نہیں ہوگا۔ ابو بکر رازیؒ کا یہی مسلک ہے، اور امام سرخسیؒ نے شافعیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔

9۔ اگر وہ صحابہؓ کے زمانے میں ہو تو اجماع ہوگا ورنہ اجماع نہیں ہوگا۔

10۔ یہ اجماع ہوگا اگرچہ یہ ان میں سے ہو جو ہمیشہ ہوں اور اس کا وقوع اور اس میں غور کرنا بار بار ہو تو سکوت بھی اجماع شمار ہوگا۔

11۔ یہ اجماع قطعی ہوگا یا پھر حجت ظنیہ، تو پس ان دونوں میں سے دلیل کی جا سکتی ہے، اور دونوں میں سے کونسی بات راجح ہے اس بارے میں ہم متردد ہیں۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

12۔ یہ اجماع اس شرائط پر شمار ہوگا جب ہمیں اُن کی رضامندی کا علم ہو جائے یعنی کہ جن مجتہدین سکوت اختیار کیا ہے، ان کے احوال میں ایسی نشانیاں پائی جائیں کہ جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا ہے ان کی رضامندی پر دلالت کریں۔[13]

اجماع سکوتی کی حجیت کے حوالے سے یہ بارہ مذاہب منقول ہیں۔ لیکن نویں مذہب میں یہ بات انتہائی اہم ہے کہ اگر اجماع سکوتی صحابہ اکرامؓ کے دور میں منعقد ہوتا ہے تو اسکو اجماع ہی تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کا اجماع قوی ہے اگر وہ سکوت بھی اختیار کر لیں تو شرعی معاملات میں پھر بھی اسکی اہمیت مسلم ہوگی۔ اور ان کے دور کے اجماع سکوتی کو مانا جائے گا۔

اجماع کے افراد کا علمی اور عملی لحاظ سے معیاری ہونا

اجماع ان لوگوں سے منعقد ہوتا ہے جو اس معاملہ میں اہل حل و عقد کہلانے کے قابل ہیں اور ان کا علمی اور عملی لحاظ سے معیاری اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے تاکہ اس دور کے لوگ ان کی رائے کو پسند کا مقام دینے میں حق بجانب ہوں۔

علاء الدین سمرقندیؒ نے اجماع کرنے کی اہلیت کی 6 شرائط ذکر کی ہیں۔

1۔ عقل 2۔ بلوغت 3۔ اسلام 4۔ عدالت

5۔ اہل اجتہاد اور اہل فتوی میں سے ہو 6۔ اہل سنت والجماعت میں سے ہو۔[14]

امام بزدویؒ فرماتے ہیں:

"اهلية الا جماع انما تثبت باهلية الكرامة و ذلک لكل مجتهد ليس فيه هوى و لا فسق "[15]۔

ترجمہ: اہلیت اجماع ثابت ہوتی ہے اہلیت کرامت سے اور یہ ہر ایسے مجتہد کے لیے ہوتی ہے کہ جس میں ہوائے نفس اور فسق نہ ہو۔

جہاں تک بات ہے کہ اہل سنت والجماعت سے ہو اور اہل ہوی اور اہل بدعت میں سے نہ ہو تو اسکی وجہ یہ ہے اجماع ایک شرعی دلیل اور حجت ہے کرامت کے طریق سے اور جو اہل بدعت ہیں وہ اہل کرامت میں سے نہیں ہیں۔[16]

"واما الواضح فى الاثبات فكل مجتهد مقبول الفتوى اذا هو من اهل الحل والعقد قطعاً فلا بد من موافقته فى الاجماع، واما الاوساط المتشابهة فالعوام المكلفون والفقيه الذى ليس باصولى والاصولى الذى ليس بفقيه والمجتهد الفاسق والمبتدع وامثالهم"[17]۔

ترجمہ: اور بہر حال کسی مسئلہ کے ثابت کرنے میں یہ بات واضح ہے کہ ہر مجتہد اس درجے کا ہو کہ اس کا

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

فتویٰ قابل قبول ہو جب کہ وہ اہل الحل والعقد میں سے ہو تو اجماع میں اسکی موافقت ضروری ہے اور بہر حال وہ درمیانے لوگ جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں سو وہ عام لوگ ہیں جو مکلف ہیں اور وہ فقیہ جو اصولی نہ ہو اور وہ اصولی جو فقیہ نہ ہو اور مجتہد فاسق اور بدعتی اور ان جیسے دیگر۔۔

مزید فرماتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانی کی طرف اگر بلاتا ہو تو اسکی عدالت ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا تعصب باطل ہے اور اسکی جہالت کی وجہ سے اگر وہ ہوا نفس اور نفس پرستی میں جنون کی حد تک پہنچ جائے اور اس میں غلو کرے یہاں تک کہ کفر کو پہنچ جائے جیسا کہ خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ امامت میں مخالفت کرنا ہے تو یہ بھی عصبیت میں سے ہے۔ایسا خواہش پرست امت میں سے نہیں ہے۔[18]

لہٰذا اجتہاد ایسے شخص کا معتبر ہو گا جو اپنی خواہشات کی طرف نہ بلاتا ہو،اور نہ بدعتی ہو اور نہ کفر کا مرتکب ہو اور اس کے اندر عصبیت بھی نہ ہو بلکہ وہ اہل سنت والجماعت سے ہو۔

ابن حاجبؒ لکھتے ہیں:

"المبتدع بما يتضمن كفراً كا لكافر عند المفكر و الا فكغيره و بغيره، ثالثها يعتبر فى حق نفسه فقط ۔ لنا: ان دلالۃ لا تنتهض دونہ، قالوا: فاسق، فيرد قولہ کا لکافر والصبى۔ واجيب بان الكافر ليس من الامۃ، والصبى لقصوره ، ولو سلم فيقبل على نفسه "[19]۔

ترجمہ: ایسا بدعتی جس کی بدعت کفر کو متضمن ہو،وہ کافر کی طرح ہے مفکرین کے ہاں،اگر بدعت کفر کی حد تک نہ ہو تو وہ کافر کے مثل نہ ہو گا یا اس سے بھی کم درجہ کی ہو۔تیسرا یہ کہ اس کے اپنے بارے میں قبول کیا جائے گا باقی کے بارے میں نہیں،ہماری دلیل یہ ہے کہ کہ دلالت کرنا اسکے بغیر مرتفع نہیں ہوتا۔ان کا قول ہے کہ وہ فاسق ہے اس کے قول کو رد کر دیا جائے گا جیسے کافر اور بچے کے قول کو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر امت میں سے نہیں ہے اور بچہ ناقص العقل اگر اس کا قول تسلیم کیا جائے گا تو اس کے اپنے بارے میں کیا جائے گا۔

اجماع کے وجود کے طریقے

علاؤالدین سمرقندیؒ نے اجماع کے وجود کے تین طریقے ذکر کیے ہیں۔

1۔ پہلا یہ ہے کہ ایک ہی بات پر اجماع ہو اور ایک ہی دلیل سے ہو، تمام اہل اجتہاد ایک مسئلہ کے بارے میں ایک ہی طرح کا جواب

دیں اس کے جواز کے بارے میں اس کے فساد، اور حلال اور حرام ہونے کے بارے میں ایک قول ہو۔

2۔ اجماع کسی ایک فعل پر ہو، تمام اہل اجتہاد کسی ایک فعل کو کرنے لگ جائیں۔

3۔ تیسرا یہ کہ کسی دینی کام کے بارے میں تمام اہل اجتہاد کی رضامندی پائی جائے۔[20]

اجماع کا زمانہ

اجماع کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اجماع نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی زمانے میں ہو سکتا ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں کے زمانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن جب کسی زمانے میں مجتہد علماء کسی بات پر اجماع کر لیں تو کیا ان کا یہ اجماع اسی وقت منعقد ہو جائے گا یا اس کے منعقد ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ان مجتہد علماء کا زمانہ گزر جائے۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

"قال اصحابنا رحمهم الله انقراض العصر ليس بشرط لصحة الا جماع حجة و قال الشافعی رحمه الله الشرط ان يموتوا على ذلک لا حتمال رجوع بعضهم"[21]۔

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ اجماع کے حجت ہونے کیلئے ایک زمانے کا گزر جانا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ دنیا سے گئے ہوں اسی موقف پر کیونکہ ان میں سے بعض کے رجوع کا احتمال پایا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک جن فقہانے اجماع کیا ہے وہ اسی موقف پر رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جائیں یہ اجماع کی صحت کے لئے شرط ہے کیونکہ اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے ان میں کوئی پہلے تو ایک موقف پر اجماع میں شریک ہو لیکن وہ بعد میں اس سے رجوع کرلے۔

احناف کے نزدیک اجماع کی صحت اور حجیت کے لئے زمانے کا گزر جانا شرط نہیں ہے۔ اور اس بارے میں احناف کی دلیل یہ ہے کہ جن نصوص سے اجماع کی حجیت ثابت ہے وہاں اس طرح کی کوئی شرط نہیں ہے اور مطلقاً اجماع ثابت ہے، اب اگر اس پر زیادتی کریں گے تو یہ ہمارے نزدیک نسخ ہو گا۔[22]

بعض علماء نے انقراض عصر کو اجماع کی حجیت کیلئے شرط قرار دیا ہے اور بعض نے اجماع کی حجیت نہیں بلکہ نفسِ اجماع کے لئے شرط قرار دیا ہے۔

"ذهب بعض الناس الى انه شرط و اختلفوا فيما بينهم. فمنهم من جعله شرطاً لا نعقاد الا جماع. و منهم من جعله شرطاً فى كونه حجة، لافى نفس الاجماع. وعندنا: اذا اتفق فتوى الامة ، على حكم واحد، ولو فى لحظة، كان اجماعا و حجة" [23]۔

ترجمہ: بعض نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ یہ شرط ہے۔ اور پھر ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ اور

بعض وہ ہیں جنہوں نے اجماع کے انعقاد کیلئے اس کو شرط قرار دیا ہے۔اور بعض نے اسکو اجماع کے حجت ہونے کیلئے شرط قرار دیا ہے۔ نفس اجماع کے لئے نہیں۔ ہمارے نزدیک جب امت کا فتوی متفق ہو گیا کسی ایک حکم پر کسی ایک لمحے کیلئے بھی تو وہ اجماع ہو گا اور حجت ہو گا۔

امام جوینیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ اجماع کے انعقاد میں زمانے کا گزر جانا شرط نہیں ہے،اور جب علماء امت کسی ایک مسئلے پر اجماع کر لیں تو اللہ کے نزدیک یہی حجت ہے قطعی طور پر،اور اجماع کی حجت قائم ہو جاتی ہے۔[24]

امام بدرالدین زرکشیؒ نے ابن برھان کا یہ قول کیا ہے:

"لیس المراد بالانقراض مدۃ معلومۃ بل موت الجمعین المجتھدین، فالعصر فی لسانہم المراد بہ علما العصر، والا نقراض عبارۃ عن موتہم وھلاکھم، حتی لوقدر موتہم فی لحظۃ واحدۃ فی سفینۃ؛ فانہ یقال: انقراض العصر "[25]۔

ترجمہ: انقراض سے مراد کوئی معلوم مدت نہیں بلکہ تمام مجتہدین کا اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ان کے قول کے مطابق زمانے سے مراد علماء کا ایک زمانہ ہے۔اور انقراض ان کی موت اور ان کی ہلاکت سے عبارت ہے۔اگر ان کی موت ایک ہی کشتی میں ایک ہی وقت ہو جائے تو اسے بھی انقراض عصر کہا جائے گا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اجماع کیلئے زمانے کے گزرنے کی شرط کے بارے میں بھی مختلف آراء منقول ہیں۔ بعض نے انقراض عصر کو اجماع کی صحت اور حجیت کیلئے شرط نہیں مانا جیسے امام ابو حنیفہؒ اور بعض نے احتمال رجوع کے ہوتے ہوئے اجماع کی صحت کے لئے شرط مانا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ۔ لیکن امام جوینیؒ نے مختار قول نقل فرمایا ہے کہ اجماع کی صحت وانعقاد کے لئے انقراض عصر شرط نہیں ہے۔اور انقراضِ عصر تمام مجتہدین کا دنیا سے جانا ہے چاہے کہ مختلف اوقات میں ہوں یا ایک ہی وقت میں دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

محل اجماع

اجماع کا محل احکام شریعت ہیں چاہے وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے متعلق ہوں۔اسی طرح چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں بھی اجماع کو حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔

"اعلم ان الا جماع حجۃ فی جمیع الاحکام الشرعیۃ کالعبادات والمعاملات و احکام الدما والفروج وغیر ذلک من الحلال والحرام وکل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7No.2 2024

ماھو من الاحکام الشرعیہ "[26]۔

ترجمہ: جان لو کہ اجماع تمام احکام شریعت میں حجت ہے جیسا کہ عبادات، معاملات، خون کے احکام، زنا، اور اس کے علاوہ جو حلال و حرام میں سے ہے اور ہر وہ چیز جو احکام شرعیہ میں ہو اس میں اجماع ہو سکتا ہے۔

اجماع کا محل جو متفق علیہ ہے وہ دینی امور ہیں۔[27]

جن چیزوں پر عمل پہلے اور علم بعد میں ہو اور ان کے بارے میں واضح طور پر نص موجود ہو تو اس بارے میں اجماع نہیں ہو گا جیسا کہ دنیا کا ختم ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور اسکی صفات کا موجود ہونا اور نبوت کا موجود ہونا۔ اس لیے کہ اجماع شرعی دلیل ہے اور خود نص سے ثابت ہے اور نص سے پہلے اجماع حجت نہیں ہو گا۔[28]

جہاں تک تعلق ہے دنیا کے امور میں اجماع کے محل کا جیسا کہ لشکر کو تیار کرنا جنگوں کی تدبیر کرنا، اور تعمیرات اور زراعت ان میں اجماع حجت نہیں ہے۔[29]

"فاما امور الدنيا نحو امر الحرب وغيره۔ اذا اجمعوا على الحرب فى موضع معين وراوا ذلک هو الصواب فهل يجوز لواحد منهم او لا كثرهم الخلاف لهم بعد انقضاء مدة التامل اختلفوا فيه۔ قال بعضهم:ان الا جماع لا يكون حجة فيه۔ و قال بعضهم: يكون حجة "[30]۔

ترجمہ: اور بہر حال دنیاوی امور جیسا کہ جنگ وغیرہ تو جب وہ کسی معین جگہ میں جنگ پر اتفاق کر لیں اور ان کی نظر کے مطابق درست بھی ہو تو کیا کسی فرد کو یا اکثر افراد کو سوچ و بچار کی مدت گزرنے کے بعد اختلاف کا حق ہے؟ ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ اجماع اس میں دلیل نہیں ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اجماع اس میں حجت ہے۔

اجماع چونکہ شرعی امور سے متعلق ہوتا ہے یعنی وہ شرعی امور جو احکام سے متعلق خاص ہوں۔ لہٰذا دینی امور میں تو بہر حال اجماع کو حجت مانا جائے گا۔ اور یہ متفق ہے۔ دنیاوی امور میں اجماع کرنے کے حوالے سے فقہا نے مختلف آراء نقل کی ہیں۔

اگر اس بات پر اجماع ہو کہ اس جگہ پر تجارت یا جنگ کرنا جائز نہیں ہے تو بعض نے اسکی مخالفت کو ناجائز شمار کیا ہے اور یہ حجت نہیں ہے اس لئے کہ اجماع کرنے والوں کا حال نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ اور جب نبی کریم ﷺ ایک رائے اختیار کر لیتے جنگ کے معاملات میں تو دوسری

رائے کی اجازت ہوتی تھی۔اور بعض حضرات نے اسے حجت قرار دیا ہے اور اسکی مخالفت جائز نہیں ہے کیونکہ اجماع کی صحت پر دلائل موجود ہیں۔[31]

جہاں اجماع دینی امور میں حجت ہے تو دنیاوی امور میں اگر کسی معاملے پر اجماع ہو جائے تو سوچ وبچار کی مدت گزرنے کے بعد دوسری رائے کی گنجائش موجود ہوتی ہے، جیسا کہ حضور پاک ﷺ مختلف معاملات میں رائے اختیار فرمانے کے بعد بھی بعض اوقات صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے تھے۔تو گویا دوسری رائے کی گنجائش موجود ہوتی تھی کیونکہ جنگ جیسے معاملات میں حالات وواقعات مسلسل تبدیل ہوتے ہیں۔بعض علماء اجماع کی حجیت پر موجود دلائل کی وجہ سے دنیاوی معاملات میں بھی اسکی مخالفت کو جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ اس سے حجیت اجماع قائم نہیں رہتی۔للذا دنیاوی معاملات میں بھی وہ اجماع کی تسلیم کو لازم قرار دیتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ الموسوعۃ الفقہیہ، الکویتیہ، دار الصفوۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، کویت، الطبعۃ الاولی، 1416ھ، ج2، ص:48

2۔ سمرقندی، علاء الدین محمد بن عبد الحمید، المیزان فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 2004ء، ص: 321

3۔ آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابن علی، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الخامسہ، 2005ء، ج1، ص:168

4۔ زیدان، عبد الکریم، ڈاکٹر، الوجیز فی اصول الفقہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1987ء، ص179

5۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الشافعی، البحر المحیط، فی اصول الفقہ، دار الصفوہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بالفردقۃ، الطبعۃ الثانیہ، 1413ھ، ج4، ص:436

6۔ البحر المحیط، ج4، ص:436

7۔ قرافی، ابو العباس، احمد بن ادریس، شہاب الدین، شرح تنقیح الفصول، فی اختصار المحصول فی الاصول، شرکۃ الطباعۃ الفنیہ المتحدہ، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، 1393ھ، ص:332

8۔ خلاف، عبد الوہاب، علم اصول فقہ، دار الحدیث، طبع، نشر، توزیع، قاہرہ، 2003ء، ص:56، 57

9۔ الوجیز فی اصول الفقہ، ص:183، 184

10۔ العراقی، احمد بن عبد الرحیم، الغیث الھامع بشرح جمع الجوامع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1425ھ، ص:502

11۔ الوجیز فی اصول الفقہ، ص:183

12۔ البحر المحیط، ج4، ص:494

13۔ البحر المحیط، ج4، ص:494- 506

14۔ سمرقندی، علاءالدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابی احمد حنفی، میزان الاصول، مکتبہ دارالتراث، قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، 1997ء، ص:490
15۔ بزدوی، علی بن محمد، اصول البزدوی، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س۔ن، ص:244
16۔ میزان الاصول، ص:492
17۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد بن محمد، کشف الاسرار، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی، 1997ء، ج3، ص:351
18۔ کشف الاسرار، ج3، ص:353
19۔ ابن حاجب، جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمرو بن ابی بکر مالکی، مختصر منتھی الوصول والامل فی علمی الاصول والجدل، دار ابن حزم، بیروت، 2006ء، ج1، ص:446، 447
20۔ میزان الاصول، ص:515
21۔ کشف الاسرار، ج3، ص:360
22۔ کشف الاسرار، ج3، ص:360، 361
23۔ المیزان فی اصول الفقہ، ص:342
24۔ جوینی، ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، التلخیص فی اصول الفقہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 2003ء، ص:392
25۔ البحر المحیط، ج4، ص:514
26۔ سمعانی، ابی المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار، قواطع الادلہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1997ء، ج1، ص: 486
27۔ میزان الاصول، ص:532
28۔ قواطع الادلہ، ج1، ص:486
29۔ قواطع الادلہ، ج1، ص:286
30۔ میزان الاصول، 532
31۔ المیزان فی اصول الفقہ، ص:338، 339